# مولانا عبد القدوس گنگوہیؒ
# کی
# لطائف قدوسی کی تاریخی اہمیت

جناب پروفیسر محمد اسلم صاحب ۔ لاہور

حضرت عبد القدوس گنگوہیؒ کا شمار برصغیر کے نامور اولیاء اللہؒ میں ہوتا ہے۔ چشتیہ صابریہ سلسلے میں انہیں مجدد کا درجہ دیا جاتا ہے۔ گذشتہ ایک صدی میں دیوبند کے جن بزرگوں نے برصغیر پاک و ہند، بنگلہ دیش، برما، افغانستان، مشرق وسطیٰ، مشرقی اور جنوبی افریقہ میں احیائے دین کا فریضہ انجام دیا اور اپنے وطن کو اغیار کے قبضے سے آزادی دلائی۔ ان کا روحانی سلسلہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے ذریعے حضرت گنگوہیؒ سے جا ملتا ہے۔ ان کے ملفوظات " لطائف قدوسی" لودھیوں کے آخری اور مغلوں کے ابتدائی دورِ حکومت کا ایک اہم ماخذ ہے۔ لیکن ابھی تک کسی تاریخ نویس نے اُن کے عمیق مطالعہ کی طرف توجہ مبذول نہیں کی۔ راقم الحروف نے جب پہلی بار لطائف قدوسی کا مطالعہ کیا تو اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ اس سے استفادہ کئے بغیر لودھیوں کے زوال اور مغلوں کے ابتدائی دور کی مذہبی، معاشرتی اور سیاسی تاریخ مکمل نہیں ہوتی۔

## لطائف قدوسی کی تالیف

لطائف قدوسی کی تحریر کا آغاز جمادی الاول ۹۴۴ھ میں ہوا۔ اس کی تالیف کے دوران ہی میں ۲۳ جمادی الآخر ۹۴۴ھ کو حضرت گنگوہیؒ نے رحلت فرمائی۔ ان کی وفات کے بعد شعبان ۹۴۴ھ میں یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہنچی۔[1] جامع ملفوظات شیخ رکن الدین حضرت گنگوہی کے جلیل القدر فرزند ہیں۔ ملفوظات کی تدوین کے وقت ان کی عمر ۴۸ سال تھی۔ اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایک پختہ ذہن کی تصنیف ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے والد ماجد شیخ عبد الاحد سرہندی شیخ رکن الدین کے مرید اور خلیفہ تھے۔[2] اس سے جامع ملفوظات کی روحانی عظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

**لطائف قدوسی کی اہمیت** | لطائف قدوسی کی اہمیت اس لحاظ سے بھی بڑھ جاتی ہے کہ جامع ملفوظات نے متعدد تاریخی واقعات

---

[1] شیخ رکن الدین، لطائف قدوسی، مطبوعہ دہلی ۱۳۱۱ھ ص ۷۱

[2] مفتی غلام سرور، خزینۃ الاصفیاء مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۹۱۴ء ج ۱ ص ۴۰۸۔

اپنے والد بزرگوار کی زبان فیض ترجمان سے سنے تھے۔ اور موصوف خود بھی کئی واقعات کے عینی شاہد تھے۔ حضرت گنگوہی کا ایک مرید دتو سروانی ہمایوں اور شیر شاہ کے درمیان ہونے والی جنگوں میں موخر الذکر کی فوج میں شامل تھا۔ علاوہ ازیں وہ ہمایوں اور بہادر شاہ کے درمیان ہونے والی جنگوں میں گجرات میں مقیم تھا۔ اس نے شیخ رکن الدین کو ان جنگوں کے بارے میں ایسی معلومات بہم پہنچائی تھیں جو دوسری کتابوں میں نہیں ملتیں۔ ان تمام واقعات میں جامع ملفوظات کی ہمدردیاں مغلوں کی بجائے افغانوں کے ساتھ تھیں۔ لطائف قدوسی کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ہمایوں کی ناکامی کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس نے برصغیر کے مذہبی اور روحانی حلقوں کو ناراض کر لیا تھا۔ موٴرخوں نے ہمایوں کی ناکامی کے بہت سے اسباب بتائے ہیں لیکن اس اہم سبب کا کسی نے بھی ذکر نہیں کیا۔

لطائف قدوسی میں اس عہد کی بہت سی نامور شخصیتوں کا ذکر آیا ہے۔ اس لئے حضرت گنگوہیؒ کے ملفوظات کو اس عہد کی تاریخ کا ایک اہم ماخذ سمجھنا چاہیئے۔ ملفوظات میں سلطان بہلول لودھی۔ سکندر لودھی۔ ابراہیم لودھی۔ بابر۔ ہمایوں بہادر شاہ گجراتی۔ شیر شاہ سوری۔ باربک شاہ۔ عمر خان سروانی۔ سلیمان مندوی۔ شیخ سماءالدین سہروردی۔ سیدی احمد ملتانی۔ عرفان سروانی۔ ہیبت خانی سروانی۔ سعید خان سروانی۔ بی بی اسلام خاتو سروانی۔ شیخ عبدالصمد۔ میاں بھورہ۔ شیخ احمد ولد شیخ بڑھ بہاری۔ مولانا عبداللہ دانشمند دہلوی۔ شیخ خضر۔ مولانا جندن۔ مولانا قطب الدین سرہندی۔ مولانا شعیب۔ قاضی عبدالغفور پانی پتی۔ سلطان محمود لودھی۔ اننت کر جوگی۔ بالناتھ جوگی۔ دلاور خان ابن میاں بھوہ۔ قاضی فضل اللہ۔ سید عبداللہ۔ شیخ جلال تھانیسری۔ میاں مخدوم۔ میر حسن علی۔ اور شیخ اودھر کا ذکر آیا ہے۔ ہماری ناقص رائے میں لطائف قدوسی کا حوالہ دیئے بغیر ان نامور ہستیوں کا تذکرہ نامکمل رہے گا۔

**حضرت گنگوہیؒ کے آباواجداد** حضرت گنگوہیؒ کا شجرہ نسب امام اعظم ابوحنیفہؒ سے جا ملتا ہے[۳]۔ ان کے آباواجداد میں کئی نامور عالم ہو گزرے ہیں۔ اور ان میں سے اکثر بزرگ منصب افتاء پر فائز تھے[۴]۔ شیخ رکن الدین نے لطائف قدوسی میں اپنے والد بزرگوار کا نام یوں درج کیا ہے:

شیخ عبدالقدوس بن شیخ اسمٰعیل بن شیخ صفی[۵]

سید عبدالحئی لکھنوی نے اس شجرہ میں تھوڑا سا اضافہ کیا ہے۔ اور انہوں نے شیخ صفی کے والد کا نام نصیر لکھا ہے[۶]۔

**حضرت گنگوہی کے برادران** لطائف قدوسی کے مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ کے تین بھائی تھے ایک بڑے کا نام عبدالصمد[۸]۔ دوسرے بڑے بھائی کا نام عبدالملک عرف میاں شیخ[۷] اور تیسرے بھائی کا نام حمید اللہ[۹] تھا۔

---

[۳] ابوالفضل، آئین اکبری مطبوعہ دہلی ۲۷۲۱ھ ج ۲ ص ۲۱۴ [۴] لطائف قدوسی ص ۹ "آباؤ اجداد حضرت قطبی علماء شرع و مفتی وقت بودہ اند" [۵] ایضاً ص ۴ [۶] عبدالحئی، نزہۃ الخواطر مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۵۴ء ج ۴ ص ۱۹۹ [۷] لطائف قدوسی ص ۱۱۵ [۸] ایضاً ص ۱۳۸ [۹]

**حضرت گنگوہیؒ کی ولادت اور تعلیم و تربیت** حضرت گنگوہیؒ سلطان بہلول لودھی کے عہد میں ۸۶۰ ھ میں اودھ کے عظیم روحانی اور علمی مرکز ردولی میں پیدا ہوئے[۱۰] انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار کی نگرانی میں حاصل کی۔ ابھی ان کی تعلیم جاری تھی کہ ان کے والد بزرگوار کا انتقال ہوگیا۔

والد بزرگوار کی وفات کے بعد حضرت گنگوہی کے ماموں قاضی دانیال نے ان کے سر پر دست شفقت رکھا۔ قاضی صاحب ردولی میں سکونت پذیر اور صاحب "حال و کمال" تھے۔ ایک دن حضرت گنگوہی کی والدہ محترمہ نے اپنے بھائی سے ان کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ عبدالقدوس کا پڑھائی میں جی نہیں لگتا۔ اور اس نے اپنی کتابیں اٹھا کر رکھ دی ہیں۔ قاضی صاحب نے بہن کی دلجوئی کے لئے کہا کہ وہ ان کی تعزیر کریں گے۔ اتفاقاً حضرت گنگوہی بھی وہیں موجود تھے۔ انہوں نے اپنے ماموں سے کہا کہ نیک کام میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے۔ اس لئے ابھی اور اسی وقت ان کو سزا دیں۔ جس وقت حضرت یہ الفاظ ادا کر رہے تھے چند عورتیں گاتی ہوئی ادھر آنکلیں جونہی ان کے گانے کے الفاظ حضرت گنگوہی کے کانوں میں پڑے ان پر مستی کا عالم طاری ہوگیا اور موصوف ناچنے لگے۔ ان کی یہ کیفیت دیکھ کر قاضی صاحب نے اپنی بہن سے کہا:۔

| | |
|---|---|
| ایں پسرک را عالمی دیگر پیش آمدہ است۔ | اس بچے کا معاملہ ہی دوسرا ہے۔ تم فکر نہ کرو |
| ہیچ اندیشہ مکن۔ ما زہمہ خوب خواہد شد[۱۱] | یہ سب سے اچھا نکلے گا۔ |

حضرت گنگوہی کے بچپن کے واقعات بیان کرتے ہوئے ان کے فرزند شیخ رکن الدین تحریر فرماتے ہیں کہ موصوف اپنے بچپن میں مسجد میں جاکر نمازیوں کے جوتے سیدھے کیا کرتے تھے[۱۲] اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اوائل عمر ہی سے حضرت کی طبیعت نیکی کی طرف مائل تھی اور وہ حصول ثواب کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔

جامع ملفوظات رقمطراز ہیں کہ ان کے والد بزرگوار کی ظاہری تعلیم تو واجبی سی تھی لیکن انہیں علم لدنی حاصل تھا۔ موصوف مشکل سے مشکل کتاب پڑھا لیتے تھے اور ایسے عالمانہ انداز میں نفس مضمون پر بحث کرتے تھے کہ بڑے بڑے علماء دنگ رہ جاتے تھے[۱۳] دہلی میں قیام کے دوران حضرت گنگوہی کی مولانا عبداللہ دانشمند دہلوی اور شیخ احمد ولد شیخ بڈھ دانشمند بہاری کے ساتھ علمی موضوعات پر گفتگو رہتی تھی[۱۴]

---

۱۰؎ اعجاز الحق قدوسی، شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات۔ کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۱۶۸

۱۱؎ لطائف قدوسی، ص ۷

۱۲؎ ایضاً۔ ص ۶

۱۳؎ ایضاً۔ ص ۷

۱۴؎ ایضاً۔ ص ۷، ۴۴

**خطاطی کی تعلیم** | شیخ رکن الدین فرماتے ہیں کہ ان کے والد ماجد بڑے خوش خط تھے[15]۔ اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ردولی جیسے قصبے میں فنِ خطاطی سکھانے کا انتظام تھا۔

**قرأت کی تعلیم** | حضرت گنگوہی کو قرآن پاک کی تلاوت کا بڑا شوق تھا اور موصوف علم قرأت سے بھی واقف تھے[16]۔ حضرت گنگوہی اپنے ایک مکتوب میں شیخ اودھی کو لکھتے ہیں:۔

دگر ایں بندہ توفیق یافت۔ شب و روز در مشقت خود را قرار نداشت تا حفظ کلام ربانی بر قرأۃ امام ابی عمر رضی اللہ عنہ میان چند ماہ تمام کرد[17]

ثانیاً، اس بندہ کو خدا نے توفیق بخشی۔ دن رات محنت کی اور اس وقت تک آرام نہ کیا جب تک چند ماہ میں امام ابی عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے قرآن مجید حفظ نہیں کر لیا۔

حضرت گنگوہی نے فن قرأۃ پر ایک رسالہ "فوائد القرأۃ" کے نام سے لکھا ہے۔ شیخ رکن الدین کی روایت ہے کہ ان کے والد نے قرآن پاک شیخ سلیمان مندولی سے سنا تھا۔ شیخ موصوف قرأت سے تو واقف نہ تھے لیکن انہوں نے مخارج ایک استاد سے سیکھے تھے[18]

حضرت گنگوہیؒ کے ایک استاد — سید عبدالحیٔ نے حضرت گنگوہی کے ایک استاد ملا فتح اللہ المشہور بہ چکنہ کا ذکر کیا ہے۔ موصوف نے ان سے صرف نحو پڑھی تھی[19]

**ہندوی دوہڑے** | لطائف قدوسی کے مندرجات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت گنگوہی کو ہندی زبان پر کامل عبور حاصل تھا اور موصوف ہندی زبان میں بات چیت کر لیتے تھے[20] ایک دوسرے موقع پر اس بات کی تصریح موجود ہے کہ موصوف ہندوی دوہڑے پڑھ کر رو دیا کرتے تھے[21] برصغیر میں جن اولیاء اللہ نے اسلام کی تبلیغ کی ہے ان کی اکثریت مقامی زبانوں سے واقف تھی۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے بارے میں یہ روایت ملتی ہے کہ انہوں نے اجمیر جانے سے پہلے ملتان

---

۱۵؎ ایضاً۔ ص ۶

۱۶؎ ایضاً۔ ص ۴۱۔ "حضرت قطبی را علم قرأۃ ہم بسیار بود"

۱۷؎ عبدالقدوس گنگوہی۔ مکتوبات قدوسیہ۔ مکتبہ احمدی دہلی۔ مکتوب نمبر ۳۷۔ ص ۵۵

۱۸؎ رکن الدین۔ لطائف قدوسی ص ۴۱

۱۹؎ عبدالحیٔ، نزہۃ الخواطر۔ مطبوعہ حیدرآباد ۱۹۵۴ء ج ۴۔ ص ۱۹۹

۲۰؎ رکن الدین۔ لطائف قدوسی۔ ص ۳۶

۲۱؎ ایضاً۔ ص ۲۸

میں طویل قیام کرکے ہندوستانی زبان میں مہارت تامہ حاصل کی۔[22] میر خورد کرمانی کی روایت ہے کہ بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ بھی ہندی زبان میں بات چیت کر لیتے تھے[23] سلطان التارکین صوفی حمید الدین ناگوری کے گھر میں "ہندوی" بولی جاتی تھی[24] حضرت بندہ نواز گیسو دراز بڑے فخریہ انداز میں فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے سنسکرت زبان پڑھی ہے۔ اور ہندوؤں کی دیو مالا سے بھی بخوبی واقف ہیں۔[25] حضرت شیخ احمد کھٹو کے ملفوظات تحفۃ المجالس کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ وہ گوجری زبان سے کافی واقفیت رکھتے تھے[26] اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صوفیائے کرام نے زبان کے معاملے میں کبھی تعصب کو راہ نہیں دی۔

**حضرت گنگوہی کی تصانیف** مولانا عبدالحئی لکھنوی، حضرت گنگوہی کی تین تصانیف سے متعارف ہیں۔ انہوں نے حاشیہ بر تعرف، شرح عوارف المعارف اور انوار العیون و اسرار المکنون کا ذکر کیا ہے[27] عمر رضا کحالہ کے خیال میں انوار العیون تصوف کے موضوع پر ہے[28] رحمٰن علی کی یہ رائے ہے کہ اس کا موضوع صفت فن ہے[29] شیخ رکن الدین لطائف قدوسی میں بر سبیل تذکرہ لکھتے ہیں کہ ان کے والد بزرگوار نے عوارف المعارف کی شرح عربی زبان میں لکھی تھی۔[30] لطائف قدوسی میں ان کی ایک تصنیف "فوائد القراۃ" کا ذکر بھی آیا ہے جو انہوں نے، جیسا کہ نام سے ظاہر ہے فن قراۃ پر لکھی تھی۔[31] حضرت گنگوہیؒ کے مکتوبات میں ان کے ملفوظات کے ایک مجموعہ کا ذکر آیا ہے۔ یہ ملفوظات لطائف قدوسی سے پہلے ان کے ایک معتقد شیخ خضر بڈھن جونپوری نے جمع کئے تھے۔ جامع مکتوبات نے اس مجموعہ کا نام "اسرار العجائب" لکھا ہے[32]

---

[22] شیخ محمد اکرم۔ مضمون مشمولہ "خواجہ خواجگان" مطبوعہ کراچی ۱۹۷۲ء ص ۹۹

[23] میر خورد کرمانی۔ سیر الاولیاء۔ مطبوعہ دہلی ۱۳۰۲ھ ص ۱۸۳

[24] فرید الدین، سرور الصدور، مخطوطہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی لائبریری۔ فارسی تصوف ۲۱/۱۴۱ ورق ۸

[25] سید محمد اکبر حسینی، جوامع الکلم۔ مطبوعہ کانپور ۱۳۵۶ھ ص ۱۱۹

[26] خلیق احمد نظامی۔ نذر عرشی۔ مطبوعہ دہلی۔ ۱۹۶۵ء ص ۳۴۴

[27] عبدالحئی، نزہۃ الخواطر، مطبوعہ حیدر آباد ۱۹۵۴ء ج ۴۔ ص ۱۹۹

[28] عمر رضا کحالہ، معجم المؤلفین۔ مطبوعہ دمشق ۱۹۵۸ء ج ۸ ص ۳۱۲

[29] رحمٰن علی۔ تذکرہ علمائے ہند۔ مطبوعہ لکھنؤ ۱۹۱۴ء ص ۱۳۰

[30] رکن الدین۔ لطائف قدوسی ص ۸

[31] ایضاً ص ۴۱

[32] عبدالقدوس گنگوہی۔ مکتوبات قدوسیہ۔ مطبع احمدی دہلی۔ مکتوب نمبر ۱۲۲ ص ۲۱۳

**حضرت گنگوہیؒ کی شادی** شیخ رکن الدین تحریر فرماتے ہیں کہ اُن کے والد ماجد کا شادی کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔ اُن کی یہ خواہش تھی کہ دشت وکوہ میں فقر و تجرد کی زندگی گذاریں اور مرنے پر گم نام رہیں۔ اتفاقاً ایک شب ان کے مرشد شیخ محمد کی والدہ ام کلثوم نے خواب میں اپنے خسر شیخ احمد عبدالحق رُدولوی کی زیارت کی۔ موصوف نے اپنی بہو سے کہا کہ عبدالقدوس کو گود میں لے کر ان کی پرورش کریں۔ اس نیک بخت نے اس خواب کی یہ تعبیر لی کہ شیخ احمد عبدالحق یہ چاہتے ہیں کہ عبدالقدوس کی شادی اپنی بیٹی سے کر دیں۔ اس روحانی اشارے کے تحت ان کا نکاح اپنے مرشد کی بہن کے ساتھ ہو گیا۔ شیخ رکن الدین رقم طراز ہیں کہ جب لوگوں کو معلوم ہوا کہ شیخ عبدالقدوس کا نکاح ہو رہا ہے تو انہوں نے اس پر تعجب کا اظہار کیا اور "دیوانے" کے نکاح کا تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہو گئے۔ دولہا میاں کو عروسی جوڑا پہنا کر ایک چوکی پر، جو اس مقصد کے لئے سجائی گئی تھی بٹھایا گیا اور "رسم جلوہ" ادا کی گئی۔ اس موقعہ پر مغنیہ عورتوں نے شادی بیاہ کے موقعہ پر گائے جانے والے گیت گانے شروع کئے۔ جب انہوں نے یہ دوہڑہ پڑھا:۔

کہو کہہ کہول دہنا شہ دیکھا لوری

اس گہونگھٹ ری کارن شہ ہاتہ مروری

تو حضرت پر وجد طاری ہو گیا۔ موصوف بے خودی کے عالم میں چوکی سے گر گئے اور عروسی جوڑا پھاڑ کر رقص کرنے لگے حاضرین کو اس پر سخت تعجب ہوا اور انہوں نے ان کی ساس سے پوچھا کہ انہوں نے ایسے "دیوانے" کو بیٹی کیوں دی؟ اس نیک بخت نے کہا کہ نوشتۂ ازل یہی تھا اور وہ اسے بدل نہیں سکتے تھے۔[۳۴]

اس واقعہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ لودھیوں کے زمانہ میں شادی بیاہ کے موقعہ پر باقاعدہ مغنیہ عورتوں کو گانے کے لئے بلایا جاتا تھا اور مذہبی گھرانوں میں بھی اس فعل کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں اس زمانے میں شادی کے موقع پر "رسم جلوہ" ادا کی جاتی تھی۔

**شادی کے بعد کی زندگی** شیخ عبدالقدوس نے شادی کے بعد "شغل" باقاعدہ جاری رکھا۔ موصوف کسی دنیاوی کام میں دلچسپی نہیں لیتے تھے اس لئے گھر میں فاقوں تک نوبت پہنچ گئی۔ ان کے بڑے صاحب زادے شیخ حمید الدین بھوک سے بلکتے تو اپنی والدہ سے کھانا مانگتے۔ والدہ صاحبہ کے پاس کیا رکھا تھا جو انہیں کھانے کو دیتیں وہ بچے سے کہتیں کہ جاؤ اپنے والد سے کھانا مانگو۔ جب بچہ اپنے والد کے پاس جا کر کھانا طلب کرتا تو وہ بچے سے کہتے کہ بیٹا جب وہ جنت میں جائیں گے تو وہاں بہت سی چیزیں کھانے کو ملیں گی۔ بچہ تعجب سے پوچھتا ہے کہ جنت کہاں ہے؟ شیخ عبدالقدوسؒ بچے کا سوال سن کر خاموش ہو جاتے ہیں تو وہ روتا ہوا اپنی والدہ کے پاس چلا جاتا ہے اور وہ بچے کو روتا دیکھ کر وہ بھی رونے

---

۳۴ رکن الدین۔ لطائف قدوسی ص ۱۱۔

تی ہیں۔ موجودہ زمانے میں بدفہمی میں مبتلا رہنے والے پیروں اور سجادہ نشینوں کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔

**ابتدائے سلوک** شیخ رکن الدین فرماتے ہیں کہ ابتداء میں ان کے والد بزرگوار نے شیخ عارف ابن حضرت احمد عبدالحق ردولوی کے ایک خادم شیخ پیارہ کی صحبت اختیار کی اور ان سے تصوف کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔[۳۶]

**شرف بیعت** شیخ پیارہ سے تصوف کی ابتدائی تعلیم پانے کے بعد حضرت گنگوہی نے شیخ محمد بن شیخ عارف بن شیخ احمد عبدالحق ردولوی سے بیعت کی۔ لیکن فیض اویسی طریقے پر حضرت احمد عبدالحق ردولوی سے اخذ کیا۔[۳۷] اُن کے مرشد ان کے ہم سن تھے اس لئے کچھ دنوں بعد انہوں نے کسی مُسن بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کا ارادہ ظاہر کیا۔ انہی ایام میں ایک روز حضرت احمد عبدالحق متجسم ہو کر ان کے سامنے آئے اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگے۔ "کسی دوسری جگہ مت جانا ہم مرے نہیں ہیں"۔[۳۸]

**پیر اور مرید کے تعلقات** لطائف قدوسی کے ایک اندراج سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت گنگوہی کے مرشد شیخ محمد ان کا بے حد احترام کیا کرتے تھے[۳۹] (ان کی والدہ ماجدہ نے خواب میں حضرت احمد عبدالحق کا اشارہ پا کر اپنی بیٹی کا نکاح حضرت گنگوہی سے کر دیا تھا۔ اس لئے پیر اور مرید میں سالے اور بہنوئی کا رشتہ تھا)

**راہِ سلوک** شیخ محمد کی بیعت کے بعد شیخ عبدالقدوس نے سلوک کی منازل طے کرنا شروع کیں۔ موصوف[۴۰] اپنے پردادا مرشد شیخ احمد عبدالحق کے مزار کی صفائی اور ان کے لنگر میں جلانے کے لئے ایندھن فراہم کرنے کا ذمہ لیا۔ جامع ملفوظات رقم طراز ہیں کہ جمعہ کے روز ان کے والد اپنے مرشد کے پورے خاندان کے میلے کپڑے جمع کرتے اور انہیں تالاب پہ جا کر دھوتے اور سکھا کر مالکوں کو واپس پہنچا دیتے۔[۴۱]

شیخ رکن الدین تحریر فرماتے ہیں کہ ابتدائے سلوک میں ان کے والد بزرگوار نماز عشاء کے بعد الٹا لٹک جاتے

---

[۳۵] ایضاً۔ ص ۱۲

[۳۶] ایضاً۔ ص ۹

[۳۷] ایضاً۔ ص ۶

[۳۸] ایضاً۔ ص ۹

[۳۹] ایضاً

[۴۰] ایضاً۔ ص ۱۰

[۴۱] ایضاً۔ ص ۱۱

تھے اور صبح کے وقت خود کو کھولتے تھے۔ یوں الٹا لٹک کر موصوف تمام رات۔ نماز معکوس۔ ادا کیا کرتے تھے[۴۲]

شیخ عبدالحق محدّث اپنی مشہور تصنیف اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں کہ بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ نے بھی اُچ شریف کی مسجد حاج کے کنوئیں میں چالیس راتیں الٹا لٹک کر اسی طرح کا ایک چلہ معکوس کاٹا تھا[۴۳] ہم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سیرت کا بغور مطالعہ کیا ہے اس طرح کی نماز معکوس کسی صحابی نے ادا نہیں کی۔ اور نہ ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کی اجازت دی ہے۔ پتہ نہیں کہ چشتی بزرگوں نے الٹا لٹک کر "نماز" پڑھنے کا طریقہ کسی ہندو جوگی سے سیکھا ہے؟

ابتدائے سلوک میں حضرت گنگوہیؒ پر دیوانگی کا عالم طاری رہتا تھا۔ موصوف جس راستے سے گزرتے لوگ انہیں آتا دیکھ کر راستہ چھوڑ دیتے اور ایک دوسرے سے کہتے کہ دیوانہ آرہا ہے دور ہٹ جاؤ۔ کہیں کوئی سخت بات منہ سے نہ نکال دے۔[۴۴]

ابتدائے سلوک میں حضرت گنگوہیؒ پر جذب و مستی کا عالم طاری ہوتا تو موصوف کوہ و دشت کا رخ کرتے اور دو تین دن تک وہاں قیام فرماتے ان کے مریدان کو تلاش کرنے میں کامیاب ہوجاتے لیکن ان کے سامنے بولنے کی جرأت نہ کرتے جب مستی ختم ہوجاتی تو آپ خود ہی گھر تشریف لے آتے۔[۴۵]

جامع ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ نوجوانی کے عالم میں ان کے والد بزرگوار کی طبیعت میں حرارت اور جوش کا یہ عالم تھا کہ سردیوں کے موسم میں بھی موصوف اپنے جسم پر ٹھنڈا پانی بہاتے اور ٹھنڈا شربت نوش فرماتے[۴۶]۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کے سوانح میں نظر سے گزرا کہ موصوف کڑکڑاتے جاڑے میں یخ بستہ پانی سے بار بار نہاتے۔ ایک روز کسی نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ جو تجلی ان پر وارد ہوتی ہے اس کی کیفیت صرف وہی جانتے ہیں اگر سرد پانی سے بار بار نہ نہائیں تو جل کر بھسم ہو جائیں۔

**مسند نشینی** | شیخ رکن الدین تحریر فرماتے ہیں:- کہ ان کے والد بزرگوار کا یہ ارادہ تھا کہ سب کچھ ترک کرکے جنگل میں جا رہیں۔ اتفاق سے ایک روز حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ، شیخ احمد عبدالحق،

---

۴۲ ایضاً، ص ۱۸

۴۳ عبدالحق، اخبار الاخیار، مطبوعہ دہلی ۱۳۳۲ھ ص ۵۳

"بعد ازاں در چاہ مسجد جامع حاج کہ در مقام اُچہ است چلۂ معکوس کشید تا چہل روز، ہر شب دران چاہ بدرفتے کہ بران چاہ بود می آویختند و چون روز می شد بیرونش می آوردند"

۴۴ رکن الدین، لطائف قدوسی ص ۱۶

۴۵ ایضاً۔ ص ۱۸

۴۶ " " ۱۰